© rasailojaraid.com

جناب غلام محمد صاحب

بہادر یار جنگ کا قائدانہ امتیاز

لسان الامت، قائد ملت نواب بہادر یار جنگ مرحوم و مغفور کے قائدانہ امتیاز کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ عام قائد، پیغمبر اور مسلم قائد کے درمیان جو فرق ہے، واضح ہوجائے۔

ایک عام قائد اپنی قوم کی وقتی ضروریات، اس کے درپیش مسائل اور اس کی خواہش کو معلوم کرکے، قوم سے اس کی تکمیل کا عہد و پیمان کرتا اور قوم کا مطیع بن کر قیادت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔

اس کے برعکس پیغمبر اپنی قوم و معاشرہ کی مروجہ اقدار اور مراسم حیات کو یکہ و تنہا چیلنج کرتا اور نئی اقدار حیات اور اپنی شخصیت کی پیروی کا مدعی بن کر اس کو اطاعت کی دعوت دیتا اور اس میں فلاح دارین کا مژدہ سناتا ہے۔ پیغمبر کا نفوذ شخصی اس قدر قوی اور معجز نما ہوتا ہے کہ بالآخر قوم اس کے آگے جھک جاتی اور اپنی جان، اپنا مال اور سارے قوائے عملیہ اس کے لیے وقف کردیتی ہے۔ مگر ایک "مسلم قائد" کا موقف اِن دونوں سے الگ ہے، وہ قوم کا غلام بن کر چل نہیں سکتا کیونکہ وہ دین اسلام کا پیرو ہے، وہ پیغمبرانہ تحدی سے اپنی ذات کو پیش نہیں کرسکتا کیونکہ اطاعتِ رسول کا طوق خود اس کی گردن میں پڑا ہوا ہے۔ ایک اور مشکل اس کے لیے یہ ہے کہ ایک طرف وہ قوم کی وقتی ضروریات اور درپیش مسائل سے صرفِ نظر بھی نہیں کرسکتا اور دوسری طرف دینی اقدار اور نظام حیات کی بالادستی کے قیام میں کسی مصلحتِ وقت کو قبول بھی نہیں کرسکتا۔ یہی سبب ہے کہ اگر ایک مسلم قائد اپنی قوم کے درپیش مسائل کو سمجھنے سے قاصر اور ان کا حل بتلانے میں عاجز رہتا ہے تو اس کی قیادت ناکام ہوجاتی ہے اور اگر وہ محض قوم کی خواہش کی تعمیل و تکمیل میں لگ کر اپنے اصلی مشن یعنی اقامتِ دین میں اپاہج رہ جاتا ہے تو وہ "مسلم قیادت" کی بلندی سے گر کر اشتراکی، فاشستی وغیرہ لیڈروں کی پست سطح پر آجاتا اور اپنے امتیاز کو کھو بیٹھتا ہے۔

اس تمہید سے "مسلم قیادت" کی نزاکت اور نزاہت کا اندازہ ہوگیا ہوگا کہ یہ نفس پرستوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ہوس ناکوں کی مسند نہیں بلکہ اس مسندِ عالی پر وہی شخص قدم رکھ سکتا ہے جو دین آگاہ ہو، جس کے دل میں دین گھر کر گیا ہو اور پھر جس کی نگاہ سیاستِ عالمی کو محیط ہو مگر جس کا عزم ہو کہ وہ مسلمانوں کو بہ اصطلاحِ ابنِ خلدون "توحیدِ ربانی کی وجودی علت پر استوار کر کے ساری انسانیت پر شاہد و گواہ بنا دے گا۔" لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ —— ظاہر ہے کہ ایسا قائد روز روز نہیں، مدتوں اور صدیوں ہی میں پیدا ہو سکتا ہے۔ سُن لیجیے کہ بہادر یار جنگ انہی معنی میں قائدِ ملتِ اسلامیہ تھے اور اپنے عصر میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ یہ مجھ کم سواد کا ادعا نہیں، خلدونِ عصر علامہ سید سلیمان ندوی رح نے شہادت دی ہے کہ:-

> "بہادر خاں کا سا آدمی صدیوں میں پیدا ہوتا ہے اور جب پیدا ہوتا ہے تو انقلاب انگیز ہوتا ہے .... ان پر دینی سیاست کا راز کھل چکا تھا اور وہ یہی راز سب کو بتانا چاہتے تھے اور جیسے جیسے زمانہ گزرتا جاتا تھا، ان کا یہ رنگ تیز سے تیز تر ہوتا چلا جاتا تھا یہاں تک کہ یہ کہنا صحیح ہو گا کہ کراچی کے (آخری سالانہ اجلاس مسلم لیگ کے) بعد سے لیگ کے خالص دنیاوی سیاسوں پر ان کی تقریر بار ہونے لگی تھی۔"[۱]

بہادر یار جنگ کی اس قائدانہ انفرادیت کو تسلیم کر آیئے یہ دیکھیں کہ وہ کیا وسائل تھے یا وہ کون سے عوامل تھے جن کی وجہ سے مرحوم کو یہ امتیازِ خاص حاصل ہوا تھا۔

فلسفۂ اجتماع کے ماہروں کا کہنا ہے کہ دُنیا میں جب کبھی کسی شخص یا عقیدے کے اثر کو غلبہ ملا ہے تو وہ عموماً اس کی قوتِ "نفوذ" کی بدولت ملا ہے اور خود "نفوذ" اس غلبے اور اثر کا نام ہے کہ جب وہ قلوب انسانی پر چھا جاتا ہے تو اُن کی ناقدانہ قوت کو سلب کر لیتا ہے۔ یہ نفوذ اکتسابی بھی ہوتا ہے اور شخصی بھی "نفوذِ اکتسابی" جاہ و منصب، دولت و ثروت یا کسی بھی ذریعۂ شہرت وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر "نفوذِ شخصی" ایک وہبی نعمت ہے، وہ ایک مقناطیسیت ہے جو شاذ و نادر کسی شخص میں خلقی طور پر موجود ہوتی ہے۔ ایسے شخص کے سامنے مخالف و معاند تک جھکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر موسیو لیبان نے عظیم مؤرخ موسیو ٹائن کے حوالے سے نپولین کے بارے

---

[۱] یاد رفتگان —— "ایک بہادر مسلمان کی موت"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں لکھا ہے کہ جب اس نوخیز افسر کو فوج کا کمانڈر بنایا گیا تو یہ بات سینئر افسروں پر شاق گزری اور ان کے سینوں میں بغض و عناد جوش زن ہوگیا، مگر جب انہی معاندین کے درمیان پہلی بار نپولین اپنی کمر سے تلوار لٹکائے برہنہ سر کمرے سے برآمد ہوا اور سر پر ٹوپی رکھ کر احکام صادر کرنے لگا تو سب نے دہشت زدہ اور مرعوب ہو کر اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا[۵۲] یہ نفوذِ شخصی کا کرشمہ تھا۔ غیر منقسم ہندوستان میں عام لوگوں نے بہادر یار جنگ کو اُن کے " نفوذ اکتسابی " کے بعد جانا، پہچانا اور مانا، جو ان کو مجلس اتحاد المسلمین، آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ اور خود آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارموں کو زینہ قدم لاکر حاصل ہوا تھا اور بہادر یار جنگ کا یہ نفوذ اکتسابی بھی اس قدر قوی تھا کہ ان کے اُبھرنے کے بعد برعظیم ہند میں اُن کا حریف کوئی موجود نہ تھا۔ مگر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں ان کا " نفوذِ شخصی " اس قدر محیر العقول تھا کہ اس کے سامنے خود ان کے نفوذ اکتسابی کو صرف شے اور سایہ کی نسبت حاصل تھی۔ قدرت نے ان کی ذات میں عجیب مقناطیسیت یا مومنانہ زبان میں بلا کی " محبوبیت " رکھی تھی۔ خیال تو کیجیے ۱۹۳۱ء میں ایک ۲۶ سالہ نوجوان، جاگیردارانہ ماحول کا آفریدہ، عیش و طرب کا پروردہ، نہ مشہور نہ معروف، نہ فاضل و علامہ نہ پیر طریقت و مولانا، نہ مصنف و مولفِ یگانہ اور نہ ہی حکومت آصفیہ کا فرستادہ و نمائندہ، محض نجی اور شخصی حیثیت میں بلاد اسلامیہ کی سیاحت، ملتِ اسلامیہ کے حالات کے مطالعے اور حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول اللہ کے ذریعے اکتساب فیض کی نیت سے نکلتا ہے۔ مگر پوری شش ماہا سیاحت میں، ہر جگہ کا یہ اجنبی اور انجانا جہاں بیٹھتا ہے لوگ اس کو محبت سے گھیر لیتے ہیں۔ جب کچھ بولتا ہے تو شیخ و شاب اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں، علمائے عرب اس عجمی نوجوان کو آنکھوں پر بٹھاتے ہیں، اربابِ سیاست اس کی رائے کا لوہا مانتے ہیں، سلاطین اس کی توقیر پر خود کو مجبور پاتے ہیں۔ افغانستان، ایران، عربستان، مصر اور ترکستان ہر جگہ وہ چھائے رہتا ہے۔ آخر یہ کیا ہے اور کیوں ہے؟ یہی ہے " نفوذ شخصی " اور اس کی کرشمہ سامانی، تفصیل تو کیا سنائی جاسکتی ہے، اس کی محض دو تین مثالیں بلکہ اشارے۔ سلطان ابن سعود والی ملاقات میں سلطان نے فرمایا کہ تصحیح عقائد کے بغیر اتحادِ ملت ممکن نہیں۔ بہادر یار جنگ نے اس سے

---

۵۲ تفصیل کے لیے دیکھیے روح الاجتماع از موسیو لیبان زیر عنوان " نفوذ "

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختلاف کرتے ہوئے فرمایا (اور یہ فرمودۂ بہادر یار جنگ آج اہل پاکستان کو حرزِ جاں کرلینا چاہیے) کہ عقائد کا اختلاف دور کرنا محال ہے۔ اتحاد بین المسلمین کی بہتر صورت فی الحال یہی ہے کہ ان اختلافات کے باوجود مابہ الاشتراک امور میں مسلمان متحد ہو کر اختلافی امور میں الجھنے سے احتراز کریں اور ملی اتحاد و مفاد کو بہر صورت ملحوظ رکھیں، — عرب سلطان عجمی نوجوان کی اس رائے پر اچھل پڑا اور اس کو اپنی رائے سے رجوع کرنا پڑا، اور سنیے جب اس حیدر آبادی مسافر نے عربوں کے سارے طبقات کو دیکھا اور فلسطین پر نگاہ ڈالی تو اس کا دل خون ہوگیا، اس نے عربوں کو جھنجوڑا کہ تم متحد ہو کر آج ان یہودیوں پر تھوک دو تو یہ تمھارے تھوک میں غرق ہو جائیں، لیکن اگر تم نے مہلت دی تو توکل ان کو فلسطین سے نکالنا تمھارے بس سے باہر ہوگا — آپ ہی بتاییے کہ بعد کو زمانے نے اس رائے کی تصدیق کردی یا نہیں؟ بہر کیف مسافر بہادر یار جنگ کے پاس اپنے شخصی نفوذ کے سوا اور وسائل ہی کیا تھے، اسی ربانی تسخیری قوت سے اور اتحادِ ملت سے مجبور ہو کر اس نے دمشق کے اکابر مجاہد ملت شکری بک، مجاہدِ ملت بشیر بک السعدادی، مصر کے زعما احمد ذکی پاشا، عزت مآب محمد علی پاشا انیس احرار اور قدس کی مجلس اسلامی کے صدر مفتی سید امین الحسینی وغیرہ کو جمع کرکے رابطۂ عالم اسلامی کے قیام و استحکام کی غرض سے "اللجنۃ التنفیذیہ" کے نام سے ایک مجلسِ عمل بنا ڈالی اور اپنے سامنے شہر طرابلس سے صدر لجنہ کی طرف سے اس کا اعلان کروادیا — یہ کارنامہ چھبیس سالہ محمد بہادر خاں ہندی کے ہاتھوں انجام پاجانا اس کے نفوذِ شخصی کا کتنا بڑا اعجاز تھا، ہندوستان کا کون قائد اس میں اس کا ہمسر دکھایا جاسکتا ہے؟[۵۳]

اور چلیے ہمارے دین کا مطالبہ تو یہ ہے ہی مگر ماہرین اجتماعیات بھی اسی کے قائل ہیں کہ کامیاب قائد وہی ہوتا ہے جو اپنے معتقدات کی خود جیتی جاگتی تصویر ہو۔ بہادر یار جنگ ٹھیک ایسے ہی تھے۔ ان کا راس المال عشق نبوی اور توکل علی اللہ تھا، اور اس پر اُن کا رونگٹا رونگٹا گواہ تھا جنھیں ان کی دید نصیب نہیں ہوئی، وہ اُن کی سرشاریٔ حُبِ نبوی ؐ کا اندازہ اُن کی صرف اُن چند سطروں سے بخوبی لگا سکتے ہیں جو اُنھوں نے مقیم مدینہ طیبہ اپنے ایک دوست کو لکھی تھیں۔ وہ تحریر فرماتے

---

۵۳ تفصیل کے لیے دیکھیے راقم کی کتاب "حیات بہادر یار جنگ" شائع کردہ بہادر یار جنگ اکیڈمی۔ کراچی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں، ذرا دل تھام کر سنیے :

"آپ بارگاہِ رسالت پر کسی روز میرے بیسے نمازِ فجر کے بعد جالی کے قریب کھڑے ہو جایے اور عرض کیجیے کہ آپ کا ایک غلام جو جسماً دور اور قلباً قریب ہے، طاغوتی طاقتوں سے اپنی بے سروسامانی کے باوجود مصروفِ پیکار ہے۔ زمانہ اس سے پھر جائے، لیکن آپ کی نگاہِ لطف کے انحراف کو برداشت نہیں کر سکتا۔ بدر کے ساتھیوں کا صدقہ، احد کے میدان میں تڑپتے ہوئے حمزہ ابن عبد المطلب کا تصدق، زرہ چبھی ہوئی پیشانی کا واسطہ، اس غلام کو اپنا سمجھیے اور اپنے سے قریب کر لیجیے"۔[۵۴]

ایک مولانا محمد علی جوہر کو چھوڑ کر پایا ہندی مسلمانوں نے کوئی ایسا عاشقِ رسول قائد؟ اور یہاں بھی جوہر کے عاشق مولانا عبد الماجد دریا بادی جیسے اہلِ نظر تک کا فیصلہ یہی رہا کہ "جوہر نقشِ اوّل تھے اور بہادر خاں نقشِ ثانی!"[۵۵] اور یہ سب کو مسلم ہے کہ نقشِ ثانی میں حُسن اور زیادہ نکھر جاتا ہے۔

کامیاب قیادت کے لوازم میں سے یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ قائد نے ایک وقت قوم کے ادنیٰ طبقے میں گزارا ہو اور نیچے سے اُبھر کر اعلیٰ سے اعلیٰ کو اپنے زیرِ اثر کر لیا ہو۔ بہادر یار جنگ اس معیار پر بھی مثالی نظر آتے ہیں۔ بلادِ اسلامیہ کی سیاحت سے لوٹ کر وہ فوراً تبلیغِ دین میں لگ گئے۔ مملکت آصفیہ کے دیہات دیہات پہنچ کر، کبھی درخت کے نیچے اور کبھی کسی مسجد کے زیرِ سایہ قیام کر کے اس نواب ابن نواب نے پانچ ہزار کافروں کو اپنے ہاتھ پر اور بالواسطہ بیس ہزار کو مشرف بہ اسلام کیا اور عام دیہاتی آبائی مسلمانوں میں وہ روحِ اسلامی پھونک دی کہ یہ نومسلم سب ان میں جذب ہو گئے۔ پھر وہی نواب بیلچہ اُٹھائے ایک خاکسار کی حیثیت سے مٹی ڈھوتا، پتھر اُٹھاتا اور بر سرِ عام سزا کی تعمیل کرتا نظر آیا۔ مگر جب خاکسار تحریک نے غلط رُخ اختیار کیا تو یہ حق پسند و حق آگاہ اس تحریک سے منحرف ہو کر مجلس اتحاد المسلمین کے پلیٹ فارم پر جلوہ فرما نظر آیا، اور پھر آناً فاناً افقِ ہند پر اس کا اُجالا پھیل گیا۔ اس کی قیادت کا لوہا قائدِ اعظم نے مانا، واردھا اور وائسریگل لاج پر اس کی

---

۵۴ "مکاتیب بہادر یار جنگ" (جلد اوّل) شائع کردہ بہادر یار جنگ اکیڈیمی۔ کراچی۔

۵۵ پیش لفظ بر "حیات بہادر یار جنگ" از مولانا عبد الماجد دریا بادی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دھاک بیٹھ گئی -

ع   تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

ایک آخری بات، خطابت کو بھی ایک قائد کا موثر حربہ قرار دیا جاتا ہے - بہادر یار جنگ جب میدانِ قیادت و خطابت میں آئے تو یہاں مولانا ابوالکلام آزاد اور سید عطاء اللہ بخاری جیسے فقید المثال خطیبوں کا قبضہ تھا، مگر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہی وہ رہ گئے - ان کے سحر خطابت سے نیشنلسٹ مسلمانوں کے مضبوط قلعے مفتوح ہو کر لیگ کے قبضے میں آگئے - سچ یہ ہے کہ بہادر یار جنگ تنہا وہ خطیب تھے کہ فن خطابت کے سارے معیارات پر پورے اُترتے تھے - حرکات و سکنات، ادعا و تکرار، مضامین کی بلندی، اظہار کا کمال، صوتیاتی صولت و شوکت اور پُر رعب مگر مقناطیسی شخصیت - یہ ساری خوبیاں ان میں یکجا ہوگئی تھیں، اسی لیے عوام ہی نہیں خواص اور اخص الخواص تک ان کے سحر زدہ ہوگئے تھے - شانتی نکیتن کے بانی اور گیتا نجلی کے سرود نواز ٹیگور نے اُن کی تقریر سنی تو مبہوت ہو کر رہ گئے - حکیم مشرق علامہ اقبال کے سامنے بہادر یار جنگ نے " اقبال کے تصورِ مومن " پر تقریر کی اور ان سے داد و تحسین پائی - نظام دکن اُن کی تقریر میں آپہنچے اور ایسے متاثر ہوئے کہ جب تقریر سن کر لوٹے تو اُنھیں بہادر یار جنگ کا خطاب عطا کیا - غرض وہ اقلیم خطابت کے شہنشاہ تھے، اور اُن کی مسلم لیگ کے آخری سالانہ اجلاس کراچی (دسمبر ۱۹۴۳ء) کی تقریر تو چمنستانِ ملتِ محمدی کے اس ہنس کا وہ آخری نغمہ تھا جو وہ جنت کو سدھارتے ہوئے سُنا گیا - اس تقریر کو بجا طور پر " منشور پاکستان " کہا جا سکتا ہے - اس میں اُنھوں نے قائد اعظم، سارے لیگی زعما اور لاکھوں مسلمانوں کے نمائندہ اجتماع میں پاکستان کیا ہونا چاہیے؟ پاکستانیوں کو کیا بننا چاہیے؟ اور سربراہانِ قوم کو پاکی کے کس معیار پر آجانا چاہیے؟ سب کچھ کہہ ڈالا اور اپنے کہے پر قائد اعظم کی پر زور تصدیق بھی حاصل کر لی -

بہادر یار جنگ مسلم قیادت کی آبرو تھے، ان کی ذات سے منصب قیادت کو امتیاز حاصل تھا، اُن کی وفات سے سچی مسلم قیادت کا خون ہو گیا - فیا اسفی -

رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہٗ -

© rasailojaraid.com